قسط نمبر پندرہ

مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے

راحت وفا

اندھیرا لاکھ ہو، مجھ کو سحر کی آس رہتی ہے
یہی وہ روشنی ہے جو مجھے ڈرنے نہیں دیتی
مجھے معلوم ہے وعدہ نبھانا سخت مشکل ہے
مری کم ہمتی انکار بھی کرنے نہیں دیتی

شمسو مالی نے ایسے کلمات سنائے تھے کہ اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔ بی بی کے کمرے میں خود کو بند کر کے دل کا بوجھ کم کیا۔ وہ واقعی اکیلی ہوگئی تھی۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تو وہ آنکھیں صاف کر کے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ جگنو دروازے پر کھڑا کھانا لگنے کی اطلاع دے رہا تھا۔

"یاسمین سے کہو میرے کمرے میں لے آئے اور آپ دونوں بھی کھانا کھا کر آرام کرو۔" بڑا افسردہ اور سنجیدہ سا لہجہ تھا۔ جگنو نے چاہ کر بھی کچھ نہ پوچھا۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور وہ کچن میں، یاسمین چائے کے برتن دھو رہی تھی، جگنو نے پھلکا بنانے کو کہا۔ ٹرے میں سالن، رائتہ، سلاد رکھا، پلیٹ، چمچ رکھا، پھلکا رومال میں لپیٹ کر یاسمین کو ہی دیا کہ وہ کھانا لے جائے۔ یاسمین ٹرے لیے کمرے میں آئی تو وہ صوفے پر نیم دراز تھی۔ لباس تبدیل کر چکی تھی۔

"یاسمین شمسو چاچا کا اچھے سے خیال رکھا کرو، وہ بہت دکھی لگتے ہیں۔" وہ اٹھ بیٹھی اور بولی۔

"جی..... جی بہت خیال رکھتی ہوں بلکہ جگنو بھیا بھی بہت خیال رکھتے ہیں۔" یاسمین نے ٹرے اس کے سامنے رکھی۔

"اچھی بات ہے، میں پوچھوں گی اگر وہ ہمارے سرونٹ کوارٹر میں آنا چاہیں تو خالی پڑا ہے۔"

"جی کیوں نہیں، آپ کا دل بڑا ہے۔"

"دن بھر ٹھیک رہا، میرا مطلب جگنو کا موڈ۔" اس نے پلیٹ میں سالن نکل کر پہلا نوالہ توڑا۔

"ہاں یاد آیا..... رکیں۔" یاسمین کو کچھ یاد آیا وہ اٹھ کر اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی طرف گئی اور ایک سفید لفافہ نکال کر اس کے پاس آئی۔

"یہ کیا ہے؟" جگنو کا سامان سمیٹ کر صفائی کر رہی تھی تو الماری کے دروازے میں تھوڑا سا کونا دبا تھا۔ الماری کا دروازہ کھول کر اٹھایا اور آپ کو دکھانے کے لیے لے آئی۔

"ارے بیوقوف اس کی الماری سے اس کا لفافہ اٹھا کر کیوں لائیں، وہیں رکھ دینا تھا۔" چاہت نے کہا۔

www.zemtime.com

"آپ کو دکھانا تھا آپ کھانا کھا کر دیکھنا، اندر جگنو بھیا کی فوٹو بھی ہے۔ بالکل کوئی نئے سے جگنو بھیا۔" یاسمین نے کہا تو چاہت کو ہنسی آ گئی۔

"جگنو کی فوٹو ہے یا بھوت کی۔"

"آپ دیکھنا۔"

"اچھا چلو یہ برتن اٹھاؤ اور جاؤ..... اپنے کام سمیٹو۔ میں عشاء کی نماز پڑھ کر سونا چاہتی ہوں۔" چاہت نے کہا اور ہاتھ دھونے کے لیے واش روم میں گھس گئی۔ کچھ ہی دیر میں باہر آئی تو یاسمین سوچ میں ڈوبی بیٹھی تھی۔

"آپ کہیں تو جلدی سے واپس رکھ آؤں، جگنو بھیا کو پتا چل گیا کہ میں لفافہ لائی ہوں تو خفا ہوں گے۔"

"کچھ نہیں ہوتا، جاؤ جا کر کام ختم کر کے سو جاؤ۔" چاہت نے تسلی دی مگر اسی اثناء میں جگنو تیزی سے اندر آ کر یاسمین سے مخاطب ہوا۔

"بی لومڑی..... یہاں بیٹھی ہماری شکایتیں لگا رہی ہو، کوئی کام بھی کر لو۔"

"میں کیوں شکایتیں لگاؤں گی؟" یاسمین بھی کچھ غصے اور کچھ حیرت سے بولی۔

"جگنو..... یہ کیا لڑائی ہے، کیوں شکایت لگائے گی یاسمین؟" چاہت نے مداخلت کی۔

"وہ جی بڑی دیر سے یہاں بیٹھی ہے تو ہم سمجھے....." جگنو نے معصوم سی صورت بنا کر کہا۔

"حد ہے تمہاری جگنو..... ہر وقت لڑتے رہتے ہو۔" چاہت نے کہا تو وہ کان دبا کر نکل گیا۔ یاسمین بھی ٹرے اٹھا کر چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

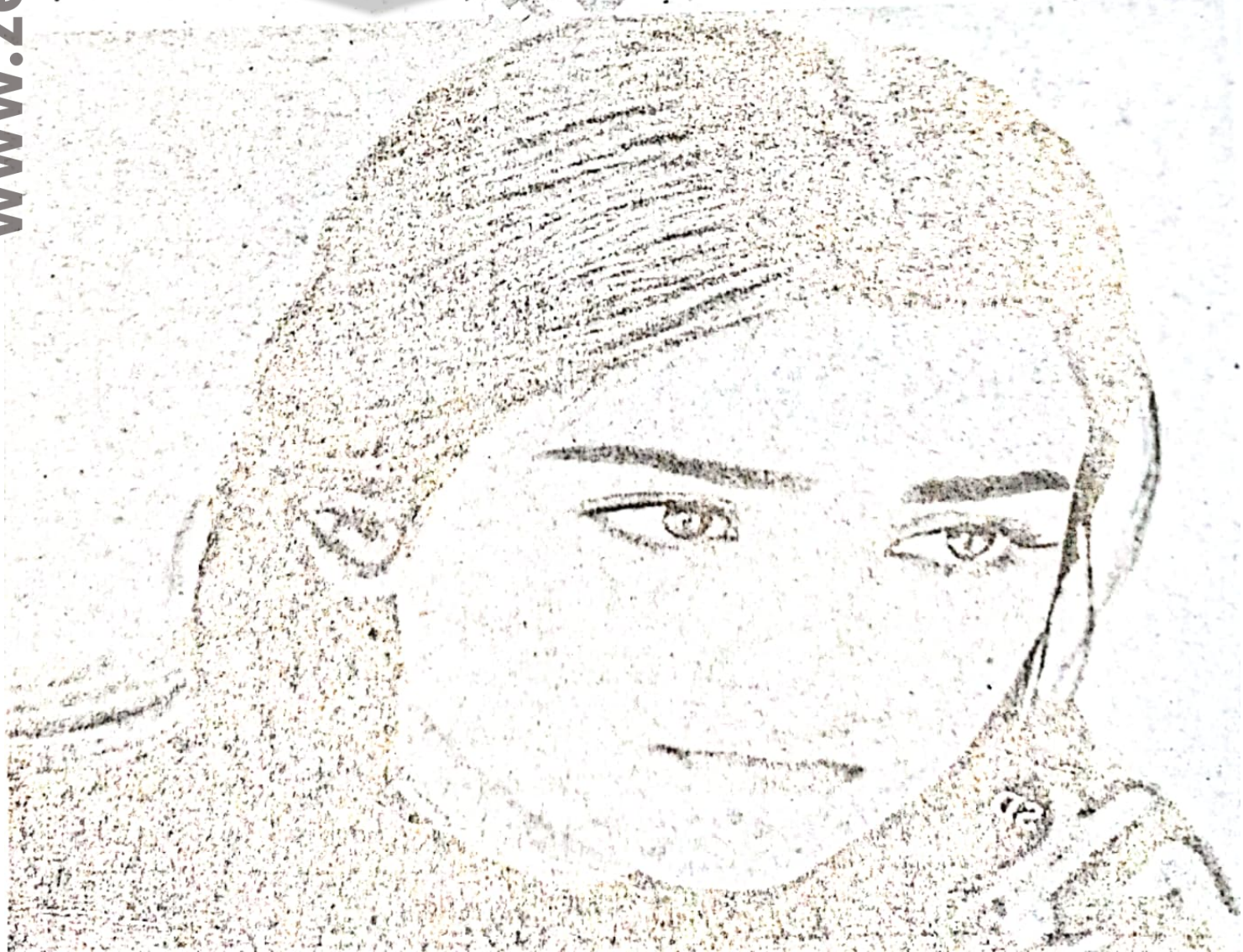

www.zemtime.com

بہار چپ، خاموش مگر بے سکون تھی۔ مضطرب تھی۔ بے قرار تھی۔ سوتے سے جاگ جاتی تھی۔ تمثال کی خاموشی، سرد جدائی نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ ایک دم چونک کر اٹھی اور سینے پر ہاتھ رکھ کے لمبے لمبے سانس لینے لگی تھی۔ اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے

ہائے وہ شخص جو نیند کی وادی میں کہیں
تیری آواز سے بیدار ہو اور تو نہ ملے

آنکھوں سے سوتے پھوٹے، دل تڑپنے لگا، فون اٹھا کر اس دشمن جان کا نمبر ملایا مگر وہ آف تھا۔ مایوسی اور بے بسی کی اس گھڑی میں وہ تکیے میں منہ دے کر ایسے رو رہی تھی کہ جیسے دنیا میں کوئی اس کا آشنا نہیں اور اس کی صرف درد سے، یادوں سے اور اشکوں سے شناسائی رہ گئی تھی۔ اس نے پھونک کر سارے احساسات کو صرف تمثال کی تمنا کی تھی مگر ایسا لگتا تھا کہ خار تو خار گل بھی اس سے خفا ہیں، اس کے پیارے بابا بھی خفا اور خاموش تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب خوبصورتیاں جیسے زائل ہو گئی تھیں۔ بس آنکھوں سے پانی رواں تھا۔ تمثال اور اس کی پاکیزہ محبت کا پانی۔ تمثال کے پتھر دل سے تو جانے کب محبت کا چشمہ پھوٹے وہ ہی اشک بہا رہی تھی۔

جانے کب غلط فہمیاں دور ہوں، جانے کب تمثال اس کے روبرو آئے یہ شدید تکلیف دہ احساس تھا۔ جس کا حل مل بیٹھ کر ہی نکالا جا سکتا ہے مگر کیسے؟ تمثال کے ابا کا لہجہ بھی اسے کافی روکھا سا لگا تھا۔ جیسے وہ خود نہیں چاہتے کہ تمثال اور بہار کی ملاقات ہو۔ پہلے جیسی گرم جوشی نہیں تھی ان کے لہجے میں روتے روتے وہ اللہ سے فریاد کرنے لگی۔ رات کا آخری پہر جب وہ شدت جذبات سے چور تھی تو وضو کر کے جائے نماز پر پناہ لی اور جائز پناہ لی۔ مراد دینی ہو یا دنیاوی پوری تو مالک حقیقی ہی کرتا ہے، مشکل وقت میں آگے پیچھے دائیں بائیں کسی کی راہ دیکھنے کے بجائے صرف اور صرف اللہ سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ جہاں انسان کا حوصلہ ختم ہوتا ہے وہاں سے رحمت خداوندی شروع ہوتی ہے۔ انسان کے پاس کامیابی کا یہی راستہ ہوتا ہے۔ جس کے تصور سے بھی دل مطمئن اور آسودہ ہوتا ہے۔

بہار نے بھی اطمینان قلب اور آسودہ ذہین کے لیے کئی گھنٹے رو رو کر اللہ سے فریاد کی، تمثال کے دل کے پگھلنے کی آرزو کی، خود ہی کچھ قلبی سکون سا آ گیا تو اٹھی اور کمرے سے باہر آ گئی۔ ابھی نماز فجر کے آثار ذرا سے فاصلے پر تھے۔ وہ سیڑھیاں اتر کر ٹی وی لاؤنج میں آ گئی، وہاں سے کھلی فضا میں سانس لینے کے لیے سیدھی لان کے سامنے والے حصے کی طرف آئی مگر حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہاں خمار پہلے سے موجود کسی گہری سوچ میں ڈوبی ٹہل رہی تھی۔ فضا میں پھولوں کی ملی جلی مہک تھی مگر وہ کچھ محسوس نہیں کر رہی تھی۔

"کیا طبیعت ٹھیک ہے؟" بہار نے ایک دم کہا تو وہ ڈر کے چونکی۔

"ہاں..... تم، تم یہاں؟" وہ بری طرح ہکلائی۔

"میں تو فضا میں فریش ہونے کے لیے آئی تھی۔"

"مجھے بھی کچھ گھبراہٹ سی تھی۔" خمار نے کہا۔

"کیوں؟ سب کچھ تو میرا بگڑا ہوا ہے۔" وہ طنزیہ بولی۔

"اللہ نہ کرے، کیا بگڑا ہوا ہے تمہارا؟" خمار نے جلدی سے ڈانٹا۔

"بابا ناراض، تمثال ناراض، یہاں تک تمثال کے ابا بھی ناراض۔ میری محبت مجھ سے ناراض۔" وہ طنزیہ بولی۔

"کوئی ناراض نہیں ہے نہ ہی کچھ بگڑا ہے سب ٹھیک ہوگا۔ ان شاء اللہ۔" خمار نے اس کو گلے لگا کر پیار سے تسلی دی۔

"کیا ہوا ہے، پریشان ہیں یا افسردہ؟" بہار کو اس وقت اس کا لان میں ٹہلنا پریشان کر گیا۔

www.zemtime.com

''ایسا کچھ نہیں ہے، چلو بے فکر ہو کر اندر جاؤ۔'' خمار نے تسلی دی۔
''آپ نے محبت نہیں کھوئی، اس لیے نہیں سمجھ سکتیں کہ میں بے فکر کیسے ہو جاؤں؟'' بہار نے کہا۔
''مجھے محبت کا طعنہ کیوں دیتی ہو؟''
''بس جاننا چاہتی ہوں کہ محبت کی ڈوری نے جس طرح مجھے بے قرار رکھا ہے کاش آپ کسی سے محبت کرتیں تو سمجھ سکتیں۔'' بہار نے کہا۔
''میں محبت کروں یا نہیں، اتنا تو احساس ہے ناں مجھے کہ میری بہن خوش رہے۔''
''ہنہ..... مجھے لگتا ہے کہ تمثال دور جا چکا ہے۔'' وہ لمبی سانس بھر کے رہ گئی۔
''یقین رکھو وہ صرف تمہارا ہے، دور نہیں جائے گا۔''
''غور سے دیکھو اس محل کے در و دیوار کو تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں کبھی محبت نہیں اتری، اس کے مکینوں کے دل محبت کے احساس سے عاری ہیں۔ میری مانیں تو اس کی محبت کی قدر کریں۔'' بہار کہہ کر تیز قدموں سے واپس چلی گئی اور خمار کے اندر جیسے محبت کی یادوں سے الفاظ لپٹ لپٹ کر پکارنے لگے۔
''تیری یادوں کو بھی رسوا نہیں ہونے دیں گے، کچھ تو ہم خود بھی نہیں چاہتے شہرت اپنی اور کچھ محبت نے بھی ایسا ہونے نہیں دیا۔ نفرت ہو نہ سکی، بس محبت کرنا مشکل ہو گیا۔'' وہ فجر کی اذان سن کر نماز پڑھنے کی نیت سے سب خیالات جھٹک کے اندر چلی آئی تھی۔

☆.....☆.....☆

معمول کے مطابق ظہیر ہمایوں ناشتہ کر کے آفس کے لیے نکل گئے بنا کوئی بات کیے۔ خمار نے بھی کچھ نہیں کہا۔ تاج دین بابا نے مارکیٹ سے کچھ سامان لینا تھا وہ ان کے ساتھ آئے تھے۔ پہلے گاڑی ظہیر ہمایوں کے آفس پہنچی، ظہیر ہمایوں کو ڈراپ کر کے تاج دین بابا مارکیٹ چلے آئے تھے۔
ظہیر ہمایوں صاحب بڑی سنجیدگی سے سارے اسٹاف کے سلام وصول کرتے اپنے آفس میں پہنچے۔ بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کے انٹرکام پر پیغام آ گیا کہ کوئی صاحب ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے بے دھیانی میں بھیج دینے کا کہہ دیا۔ نام نہیں پوچھا۔ نام نہ پوچھنے کا افسوس انہیں اس وقت ہوا جب نشید کمال شان تفاخر سے ان کے روبرو کھڑا ہوا۔ ان کی پیشانی پر چند سلوٹیں نمودار ہوئیں۔ وہ مسکرایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔
''دیکھو..... صبح صبح میرے کام میں بدمزگی نہ ڈالنا۔'' انہوں نے کہا۔
''اگر آپ میری بات تسلی سے سن لیں گے اور کوئی بدمزگی نہیں کریں گے تو۔'' اس نے اسی طرح خاصے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
''بولو، جلدی اور مختصر۔''
''مختصر ہے تو فقط اتنی کہ خمار میری محبت ہے۔'' اس نے کہا۔
''اس بکواس کے علاوہ۔''
''یہ بکواس کہہ کر آپ محبت کی توہین نہیں کر سکتے۔'' وہ بولا۔
''بند کرو، یہ محبت محبت کا راگ۔'' انہوں نے دبے دبے لہجے میں جھڑکا۔
''محبت کا راگ، اگر محبت راگ ہے تو اس کی حقیقت کو تسلیم کر لیجیے۔''
''نوجوان..... میری بہت اہم بزنس میٹنگ ہیں، میرا وقت خراب نہیں کرو۔'' ظہیر ہمایوں خاصے ضبط کے ساتھ بولے۔
''آپ بھی میرا وقت خراب نہ کریں، جان لیں کہ میں شدید محبت کرتا ہوں خمار سے اور کسی صورت دستبردار نہیں

ہوسکتا۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔
"مجھے مجبور نہ کرو کہ میں سیکیورٹی گارڈ کو بلاؤ۔"
"تو اس میں آپ کو نقصان ہوگا، جو پردے میں بات رہ گئی تو بھرم رہے گا۔ ورنہ بہت چرچا ہوگا۔" نشید نے کافی اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔
"کیا مطلب ہے اس دھمکی کا؟" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولے۔
"مشورہ ہے دھمکی نہیں، میں آپ کی طرح معزز اور شریف انسان ہوں کیا ہم سکون و آرام سے بات نہیں کرسکتے؟" نشید کمال نے کافی نرمی سے پوچھا۔
"دیکھو..... ایک بار سمجھا دیا کہ میری بیٹی کا نام زبان پر نہ لاؤ، یہ محبت وحبت، عشق و عاشقی کو نہ میں مانتا ہوں اور نہ میری بیٹی کو اس سے مطلب ہے۔" وہ بولے۔
"بیٹی کی بات نہ کریں، صرف پہلے اپنی بات کریں، آپ اور محبت کو نہیں مانتے، اس بات کو میں نہیں مانتا۔" وہ کہہ کر رکا اور پھر گویا ہوا۔
"آپ نے کبھی محبت نہیں کی؟"
"شٹ اپ..... اپنی اور میری عمر کا لحاظ رکھو اور ہم کیوں گفتگو کررہے ہیں، جاؤ یہاں سے۔" ظہیر ہمایوں خاصے غصے سے بولے۔
"تو ٹھیک ہے آپ میرے حق میں فیصلہ کردیں۔"
"وجہ..... میری بیٹی تمہارا ذکر سننا پسند نہیں کرتی۔" وہ طنزیہ ہنس کر بولے۔
"آپ تو پسند کرتے ہیں۔"
"پلیز..... یہاں سے جاؤ۔"
"آج میں جانے کے لیے نہیں آیا بلکہ کچھ بتانے کے لیے آیا ہوں۔"
"کتنے پاگل ہو، تمہاری ماں کو سمجھا کر بھیجا تھا پھر بھی آگئے۔"
"ہاں..... آپ کو بھی تو کچھ سمجھانا ہے، میری ماما اور چاچو کی جس طرح آپ نے عزت افزائی کی، اس سے حیرت ہوئی کہ آپ بظاہر مہذب، شائستہ با اخلاق نظر آتے ہیں اندر سے کچھ اور ہیں۔ خیر یہ آپ کا اندر کا انسان خاصا غیر مہذب، ڈرپوک اور کمزور ہے جو سچائی اور حقیقت سے دور بھاگتا ہے۔"
"مسٹر! بہت ہوگیا۔"
"ہنہ..... شاید آپ کو خمار کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دینا ہی ہوگا، آج کا دن اور رات آپ کے پاس ہے۔ کل آپ کی بیٹی کو نہیں بلکہ بیٹیوں کو اور سارے حلقوں کو آپ کی اصلیت اور محبت، دشمنی کی وجہ بیان کردوں گا۔ ذہن پر زور ڈالیے گا کہ کسی سے تو محبت ہوگی، محبت کے نام پر فریب دیا ہوگا۔ گڈ بائے سمجھ میں آجائے تو فون کردیجیے گا۔ ہم پردۂ راز میں سب معاملات طے کرلیں گے۔" وہ ایک منٹ انہیں دیکھ کر رکا اور کہہ کر ایک شان سے آفس سے باہر نکل گیا۔ ظہیر ہمایوں صاحب کی ریوالونگ چیئر نہ گھمانے پر بھی گھومی۔ اس کی باتوں کا ایسا الجھاوا تھا کہ وہ کچھ نہ سمجھے اور کچھ سمجھے کے درمیان پھنس گئے تھے۔

☆.....☆.....☆

نشید کمال تو جاچکا تھا اور جو کچھ کہہ کر گیا تھا اس نے ظہیر ہمایوں صاحب کو شدید طیش میں مبتلا کردیا تھا۔ انہوں نے سارا

غصہ اپنی ریشپنٹس اور پی اے مسٹر اکبر پر نکالا کہ یہ شخص اندر کیسے آیا؟ کیوں پہلے نام نہیں پوچھا گیا۔ اتنا شدید ردعمل آفس میں کسی نے بھی آج سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے بہت حیران نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پریشان ہوئے مگر جوں ہی کچھ دیر بعد خمار آفس آئی تو سب کی لٹکی ہوئی صورتیں دیکھ کر اپنی پی اے عنبرین سے استفسار کیا، اس نے ظہیر ہمایوں صاحب کے غصے کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ کوئی صاحب آئے تھے ان کے جانے کے بعد صاحب بہت ناراض ہوئے۔ وہ کچھ سوچتی ہوئی اپنے آفس میں داخل ہوئی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون ہوگا؟ اسی اثنا میں فون کی اسکرین پر ایک نمبر جگمگانے لگا تھا۔

"ہیلو....."

"کیسی ہو جان نشید؟" نشید کمال کی شوخ آواز ابھری۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ غصے میں بولی۔

"خمار ہمایوں! آپ کے والد گرامی سے مل کر آیا ہوں، امید ہے وہ آپ کو سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ میری محبت سچی ہے۔" اس نے اپنی بات کہہ کر فون بند کردیا۔ وہ حیران و پریشان سی فون تکتی رہ گئی۔ توہین کے احساس نے اتنا اشتعال دلایا کہ اسی نمبر پر فون ملایا۔

"زہے نصیب۔" وہ فون ریسیو کرکے اترایا۔

"آپ کی اتنی جرأت کہ میرے بابا کے آفس آؤ اور بدتمیزی کرو۔" وہ بولی۔

"دیکھو..... اس کا جواب لمبا ہے، کیوں نہ ہم گفتگو کرلیں۔" نشید نے کہا۔

"فرمائیں۔"

"آں ہانا..... فون پر نہیں کہیں باہر مل بیٹھتے ہیں، آرام سے بات ہوجائے گی۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"ہرگز نہیں۔ میں آپ کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"دیکھنی تو پڑے گی آج نہیں تو کل۔"

"آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ میرے بابا سے اب کبھی نہیں ملنا، وہ بہت ہائپر ہوئے ہیں۔" اس نے بتایا۔

"بات ہی ایسی ہے، خیر اگر آج مجھ سے مل لو تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔"

"دھمکی؟"

"نو..... اٹس لو۔"

"کیوں ملوں؟"

"مل کر دیکھو۔"

"شرط ہے کہ آئندہ میرے بابا کو تنگ نہیں کرو گے۔"

"آپ کے بابا خود مجھ سے ملنے کی خواہش کریں گے۔" وہ بولا۔

"ایسا کیا ہے؟"

"شام پانچ بجے، لوکیشن سینڈ کردوں گا۔ اوکے بائے۔" وہ کہہ کر فون بند کرگیا۔

"ہنہ..... چیٹر، بابا کو جانے کیوں چیٹ کررہا ہے؟" وہ غصے سے بڑبڑائی اور دھم سے اپنی چیئر پر بیٹھ گئی۔ ذہن آؤٹ آف کنٹرول تھا۔ بیٹھے بٹھائے اس سے ملنے کی ہامی بھرلی تھی۔

☆.....☆.....☆

www.zemtime.com

جب انسان اپنے مقصد میں سو فیصد کامیابی کے لیے کسی کٹھن اور مشکل مرحلے سے گزر جائے تو اس کا دل بلیوں اچھلنے لگتا، قدم زمین پر نہیں فضا میں محسوس ہوتے ہیں، لبوں پر شوخ سی دھن ناچنے لگتی ہے۔ اردگرد کی سب بدصورتیاں خوبصورتی میں بدل جاتی ہیں۔ نشید کمال کی یہی کیفیت تھی، وہ جھوما جھامتا آفس کی بجائے گھر آ گیا تھا۔ بیگم ذکیہ کمال کی گاڑی نکل رہی تھی۔ وہ اسے خوش دیکھ کر چلی گئیں لیکن حریم جو کہ ملازمین سے اچھی طرح صفائی کرانے میں مصروف تھی۔ وہ ٹھٹھکی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تو وہ کام سے فارغ ہو کر اس کے پاس آئی۔ وہ پرسکون انداز میں آنکھیں موندے ٹیڑھا ہو کر تکیوں کی ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔ حریم نے بڑی شوخی سے پکارا۔

"آئے ہائے..... راجہ اندر صاحب بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔"

"بات ہی ایسی ہے۔"

"کیسی؟"

"آخر کار خمار مجھ سے آج شام ملنے پر راضی ہو گئی۔" اس نے بڑی خوشی سے بتایا۔

"اچھا..... یہ تو اچھی بات ہے۔" حریم نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔

"میں کہتا تھا ناں کہ ایک روز اس سے ملاقات میری مرضی اور میری پسند کے مطابق ہو گی۔"

"مبارک ہو۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ کہاں ملا جائے؟"

"ہاہاہا..... بڑی بات کی، پورے لاہور میں کوئی جگہ ایسی نہیں کہ بیٹھا جا سکے۔" حریم کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دراصل..... اسے لوگ پہچان لیتے ہیں، پرسکون اور اچھا ماحول ہونا چاہیے۔"

"ارے بابا کسی ریسٹورنٹ میں بلا لو۔"

"کیا رنگ خرید لوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس کی انگلی میں پہلے سے موجود انگوٹھی ہے۔" حریم نے یاددہانی کرائی۔

"ہنہ..... وہ تو خود بخود اتر جائے گی۔" وہ وثوق سے بولا۔

"اتنا آسان نہیں، اپنے باپ کو کیا بتائے گی؟"

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو، میری محبت کے اقرار میں وہ خود انگوٹھی اتار پھینکے گی۔" اسے راسخ یقین تھا۔

"چلو دیکھتے ہیں۔"

"میں مارکیٹ جا رہا ہوں رنگ خریدنے، تم ساتھ چلو۔"

"میں کیوں؟"

"ذرا مشورہ ہو جاتا ہے۔"

"نہیں محبوب کی نظر سے دیکھ کر خریدنا، بہت اچھی خریدو گے۔" حریم نے کچھ دل گرفتگی کے ساتھ کہا۔

"ہاں..... بات تو صحیح ہے۔" وہ تائید کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ذرا کام دیکھ لوں۔"

"ہاں..... آج کوئی خاص بات ہے۔"

"مہمان آ رہے ہیں۔" حریم نے مختصر سا جواب دیا۔

"کون مہمان؟"

www.zemtime.com

"اسلام آباد سے۔" وہ کہہ کر جانے لگی تو اس نے چھیڑا۔
"او..... اچھا پپا آرہے ہیں۔"
"بس..... بس۔" حریم باہر چلی گئی۔ نشید نے تیاری کی اسے تو مارکیٹ جانا تھا۔ خمار کے لیے رنگ خریدنی تھی۔

☆.....☆.....☆

فیشن شو میں شرکت کے لیے آج چار بجے شام کی فلائٹ تھی۔ چاہت نے ایک ہفتے کے لیے یاسمین کو اس کے گاؤں بھیج دیا تھا۔ جگنو گھر پر رہے گا۔ وہ تیاری مکمل کر کے جب جانے لگی تو جگنو بہت اداس تھا۔ چاہت نے محسوس کیا۔ اس کو مسکرا کر دیکھا اور بولی۔
"کیا ہوا؟"
"ہمیں کیا ہونا ہے جی، ہم تو نوکر ہیں آپ کے۔" معصوم چہرہ بنا کر انتہائی سادگی سے جگنو نے جواب دیا تو چاہت کو ہنسی آ گئی۔
"ایسے منہ لٹکا کر یہ سب کہنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے کہا۔
"بس جی منہ ہی ایسا ہے۔"
"منہ تو بہت اچھا ہے، بلکہ بہت ہینڈسم ہو۔"
"ہیں..... ! سچ میم صاحب؟" جگنو نے دانتوں کی نمائش کی۔
"بالکل سچ۔"
"اب ہم آپ کے پیچھے اداس نہیں رہیں گے یہی سوچ سوچ کر خوش رہیں گے۔" جگنو نے کہا۔
"اچھی بات ہے، اپنا اور گھر کا خیال رکھنا بلکہ بوتیک اور کارخانے کا بھی دھیان رکھنا ہے۔" چاہت نے کہا۔
"فکر ہی نہ کریں۔"
"یہ پیسے رکھو کوئی بھی ضرورت ہو تو استعمال کر لینا۔"
"نہیں پیسوں کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس سب کچھ ہے۔"
"رکھ لو، ضرورت پڑ سکتی ہے۔" چاہت نے اصرار کر کے اس کو پیسے تھما دیے۔
"شکریہ جی۔"
"اچھا بولو، کیا لے کر آؤں؟" چاہت نے پوچھا۔
"بس آپ جلدی سے آ جانا جی۔"
"بے وقوف کوئی چیز بتاؤ۔"
"کوئی چیز نہیں، بس آپ کا انتظار کریں گے۔"
"اچھا..... ٹھیک ہے اب چلیں باہر صفدر صاحب اور مس بشریٰ آنے والی ہیں، میرا بیگ ان کی گاڑی میں رکھواؤ۔"
"جی ٹھیک ہے۔" وہ کہہ کر اس کا سفری بیگ اٹھا کر آگے آگے چلنے لگا۔ وہ پشت سے اس کے لمبے قد اور وجاہت کو سراہتے ہوئے چل رہی تھی۔ اس طرح تو اس نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا کہ کافی وجیہہ اور اسمارٹ نوجوان ہے۔ شکل وصورت کے ساتھ ساتھ بانکا اور سجیلا بھی تھا۔ اس کی ملازمت وہ بھی گھر کے نوکر کے طور پر کیوں تھا؟ یہ سوال گاڑی تک پہنچتے اس کے ذہن میں آیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ بہت محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجب سا فسوں تھا اس کی آنکھوں میں۔ بڑی اداسی سی تھی اس کے چہرے پر جیسے اس کے جانے سے اداس ہو۔

www.zemtime.com

چاہت نے ہاتھ ہلا کر اللہ حافظ کہا تو اس نے بھی جواباً ہاتھ ہلایا۔ گاڑی گیٹ سے نکل گئی مگر چاہت کا دل جیسے گیٹ کے اندر ہی رہ گیا تھا۔ اسے خود بہت غم تھا جگنو کو تنہا چھوڑ آنے کا یا پھر کچھ اور وہ کچھ دیر تک سمجھ نہیں پائی۔ ایئرپورٹ پہنچ کر حواس بحال کیے۔ جگنو کے خیال کو ذہن سے جھٹک دی تھا۔

☆.....☆.....☆

نشید کی خوشی دیدنی تھی۔ امجد کے ڈائمنڈ گولڈ آؤٹ لیٹ سے اس نے خوب صورت بہت قیمتی انگوٹھی پیک کرائی اور امجد کے چیمبر میں اس کے ساتھ ہی داخل ہوا۔

''ایسے آناً فاناً انگوٹھی کی خریداری..... واہ کیا بات ہے؟'' امجد نے ٹکڑا لگایا۔

''ہنہ..... بس ایسے ہی تیرے یار کی قسمت نے یاوری کی ہے۔'' نشید نے حد مسرت کا اظہار کیا۔

''مطلب..... بھابی مان گئیں؟'' امجد نے گیس کیا۔

''تقریباً۔''

''کیا مطلب؟''

''آج کچھ دیر بعد ہم دونوں مل رہے ہیں۔''

''گڈ..... مگر کیسے؟''

''بات چیت کے لیے، رشتہ استوار کرنے کے لیے۔''

''مگر وہ منگنی اور ناپسندیدگی؟''

''وہ انگوٹھی اتار کر یہ انگوٹھی پہنائی جائے گی۔'' وہ بولا۔

''کمال ہے..... کیا وہ اس سب کے لیے تیار ہیں؟'' امجد کو حیرت تھی۔

''نہیں مگر ہونا پڑے گا۔''

''ایسا کیا ہے؟''

''تیرا یار زرگر ہے، جادوگر ہے سب ہوگا اس کا باپ بھی مانے گا۔'' نشید کمال نے اتراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کون سا راز پالیا؟'' امجد نے کریدا۔

''خمار کو باپ سے بہت پیار ہے، میری آج کی ملاقات پر ظہیر ہمایوں صاحب سیخ پا ہوئے، شاید اسے پتا چلا تو مجھے فون کر کے ایسا نہ کرنے کو کہا۔ تب میں نے ملاقات کی شرط رکھ دی۔''

''اور وہ مان گئی۔ مطلب تو آج اس کے باپ سے ملا تھا؟''

''ہاں ناں..... بیٹی کا ہاتھ باپ سے ہی مانگنا تھا۔''

''اور پھر.....؟''

''اور پھر آج ملاقات کے بعد پتا چلے گا۔''

''یعنی اپنے باپ کے لیے، باپ کی ہی رضامندی سے یہی انگوٹھی وہ اتار دے گی۔'' امجد کے دل کو بات لگ نہیں رہی تھی۔

''اتارنی پڑے گی، ورنہ میں روز اس کے باپ سے رشتہ مانگتا رہوں گا۔''

''یار..... یہ بلیک میلنگ ہے۔''

''مجبوری ہے، باپ کی خاطر محبت قبول کرنی ہوگی۔''

''ایسے زبردستی کہتے ہیں۔''

www.zemtime.com

"یار..... محبت دھیرے دھیرے بھی ہوتی ہے، میں خمار کو خود سے محبت کرنے پر مجبور کردوں گا۔ میری محبت اسے میری طرف راغب کردے گی۔" نشید کمال نے اتنے وثوق سے کہا کہ امجد چپ ہوگیا۔

"امجد..... خمار نے دراصل مجھے کوئی دل پھینک نوجوان سمجھ رکھا ہے۔" نشید دوبارہ گویا ہوا۔

"اس کا باپ بڑا مسئلہ کھڑا کرے گا۔"

"دیکھتے جاؤ۔" نشید بولا۔

"چلو ٹھیک ہے..... وش یو گڈ لک۔" امجد نے دعا دی۔ نشید نے اٹھ کر اللہ حافظ کہا اور امجد کے چیمبر سے باہر نکل آیا۔

☆.....☆.....☆

بہار بوجھل طبیعت کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ تاج دین بابا کسی کام سے وہاں آئے تو کچھ سوچ کر رک گئے۔ اس کے پاس آئے تو وہ چونکی۔

"کیا پریشانی ہے؟"

"تاج بابا..... دل چاہتا ہے یہاں سے دور بھاگ جاؤں یا پھر زہر کھالوں۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"ہاں..... ٹھیک ہے اگر ہر طرح سے انسان ناکام ہوجائے تو پھر اسے مسلمان ہونے سے ہی بھاگ جانا چاہیے۔" تاج دین نے کہا اور جیب سے اپنا موبائل فون نکالا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا نمبر ہے اس نوجوان کا؟" وہ اس کی بات نظر انداز کرکے بولے۔

"کس..... کس کا؟" وہ ہکلائی۔

"وہ جو آپ سے ناراض ہے، جو کافی عرصے سے آیا نہیں۔" تاج دین بابا نے بڑی سادگی سے کہا۔

"آپ تمثا..... تمثال کی بات کررہے ہیں؟" وہ ایک دم کھڑی ہوئی۔

"ہاں..... یہ لو میرے فون سے اس کا نمبر ملاؤ، دل کی گرہ کھولو۔ وہ مان جائے گا۔" انہوں نے گویا ساری حقیقت جان لی تھی۔

"اور بابا.....؟"

"بابا..... وقت کے ساتھ ٹھیک ہوجائیں گے۔"

"نہیں..... وہ تمثال کو پسند نہیں کرتے اور شہزل کے جانے کا الزام مجھے دیتے ہیں۔" وہ نم آلود لہجے میں بولی۔

"نئی بات کرو۔"

"تاج بابا..... تمثال بہت خفا ہے، اس کے والدین آئے تھے یہاں آپ بتائیں۔" اس نے ایک دم ہی ان سے سوال پوچھ لیا۔

"کہا تو ہے نئی بات کرو، جاؤ شاباش بات کرو۔" تاج دین بابا یکسر ٹال گئے۔

"سچ میں آپ گریٹ ہیں۔" وہ بہت زیادہ خوش ہوگئی۔

"اسے کہنا کہ شہزل جاچکا ہے۔" تاج دین بابا نے ہنس کر کہا۔

"میں کمرے میں جاکر بات کرتی ہوں۔"

"ہاں..... ہاں اگر نہ کرے تو ہم اس کے پاس چلے جائیں گے۔ ہماری بیٹی کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہ آئے۔" تاج دین بابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ محبت بھری تسلی دی تو وہ ہوا میں اڑتی ہوئی اپنے کمرے کی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

www.zemtime.com

اس کے لیے یہ پچویشن ایک خوش کن احساس تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تمثال سے بات ہونے کا ایسا موقع بھی پیدا ہو سکتا ہے، کیسے اللہ تعالیٰ کو اس کی بے قراری، بے چینی دیکھ کر اس پر پیار آ گیا تھا۔ اس نے موقع فراہم کر دیا تھا۔ ورنہ اس کے ذہن کی بھٹی میں تو مایوسی کا مادہ پک رہا تھا جو کہ اسے لحہ بہ لحہ متنفر اور مایوس کر رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے سبب پیدا کر دیا۔ بالکل ایسے کہ جیسے اللہ سے براہ راست کلام ہو کر راستہ صاف ہو گیا ہو۔

☆.....☆.....☆

تمثال کو کئی روز سے فلو کی شدت نے گھیر رکھا تھا۔ کھانسی بھی شروع ہو گئی تھی اور ایسے میں بخار کا ہونا یقینی عمل تھا۔ دفتر بھی نہیں جا رہا تھا، اس وقت بھی اماں نے اس کے لیے دیسی چوزے کی یخنی بنائی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ غنودگی میں تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون بج رہا تھا۔

"تمثال..... تمثال۔" اماں نے پکارا تو وہ کسمسایا۔

"بیٹا..... فون بج رہا ہے۔" اماں نے کہا۔

"کس کا ہے دکھائیں؟" اس نے مندی مندی آنکھوں سے دیکھا اور انجان نمبر دیکھ کر فون بند کر کے رکھ دیا لیکن پھر اسی نمبر سے کال آنے لگی۔ اس نے پھر نمبر کاٹ دیا لیکن تیسری بار پھر اسی نمبر سے فون آیا تو اماں نے فون لے کر خود اٹینڈ کر لیا۔

"ہاں..... ہیلو تمثال پلیز فون بند نہ کرنا۔" دوسری طرف بہار تھی۔ اماں جان نے قطعاً نظر انداز کر دیا۔

"کون..... یہ غلط نمبر ہے۔" انہوں نے سنجیدہ سی آواز میں کہا اور فون بند کر دیا۔

"تمثال..... اٹھ میرا بچہ یخنی پیو۔" وہ تمثال سے مخاطب ہوئیں۔ تمثال نے ہمت کی اور تکیے کے سہارے ٹیک لگائی۔

"ابا....." نے استفسار کیا۔

"ارے وہ تو فروٹ لینے گئے تھے باہر کے ہی ہو کر رہ گئے۔"

"آ جائیں گے۔" وہ بولا۔

"میں نے منع کیا تھا کہ اس لڑکی سے بات نہ کیا کرو۔" انہوں نے چمچ بھر کے یخنی اسے پلائی۔

"ک..... کون؟"

"وہی امیر لڑکی، جہاں سے ہمیں دھکے ملے۔"

"آپ دونوں پر سب کچھ وار سکتا ہوں۔"

"والدین بچوں کو دھوپ سے بچانا چاہتے ہیں۔ وہاں اس محل میں تمہارے لیے دھوپ ہی دھوپ ہے۔" نور جہاں بیگم نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔ تمثال چپ رہا۔ صرف ان کا ہاتھ لبوں سے لگا لیا۔

محبت کے بھی عجب رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ رشتوں میں الگ الگ ڈھل کر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ محبت صرف دو جنس میں ہی نظر نہیں آتی۔ محبت تو ہر رشتے سے ہونی چاہیے۔ تمثال کی زندگی میں محبت کی ایک صورت بہار ہے تو دوسری صورت اماں ابا۔ جو محبت کے ساتھ جنون عشق کی صورت ہیں۔

"تو کہے تو میں ماریہ کے لیے جاؤں۔"

"نہیں اماں..... کہیں بھی نہیں جانا۔" اس نے انکار کر دیا اور یخنی پینے سے بھی ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"یہ ساری پینی ہے، حالت دیکھی اپنی۔" وہ کہہ کر اٹھیں اور کمرے سے چلی گئیں۔ بادل نخواستہ اسے یخنی کے مگ کو ہونٹوں سے لگانا پڑا۔ اسی وقت فون بجنے لگا۔ اس نے اٹینڈ کر کے کہا۔

www.zemtime.com

"ہیلو....." نقاہت میں ڈوبی آواز تھی مگر بہار نے پہچان لیا۔
"تمثال..... تمثال پلیز فون بند نہ کرنا، تمثال تمہیں اللہ کا واسطہ۔" بہار کی روتی تڑپتی آواز سن کر اس کا دل دھک سے رہ گیا مگر وہ بولا کچھ نہیں چپ رہا۔
"تمثال..... تم پلیز یہ بتاؤ ٹھیک تو ہو؟"
"آپ کو مس بہار ہمایوں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔"
"تمثال..... آپ نہیں تم۔ پلیز میری بات ایک بار سن لو۔"
"کیا سننے کو کچھ بچا ہے؟"
"پلیز..... تمثال میری کوئی غلطی نہیں۔"
"جہاں باپ چاہتا ہے وہیں رہو۔"
"کچھ نہیں ہے، بابا نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"
"مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" اس نے فون کاٹ دیا اور آف کر کے رکھ دیا۔
وہ دیوانہ وار فون چوم چوم کر رو رہی تھی، ہنس رہی تھی۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ تاج دین بابا کو فون واپس کرتے ہوئے وہ متشکر ہوئی مگر آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔
"آواز تو سن لی ناں، آواز تو سنا دی ناں۔" تاج دین بابا نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔
"بابا..... اس نے فون بند کر دیا۔" وہ رو دی۔
"کوئی بات نہیں۔ گرد بیٹھنے دو۔"
"تاج بابا..... وہ بہت ناراض ہے۔"
"ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کا غصہ شاید زیادہ ہے۔"
"مگر میں نے کچھ نہیں کیا۔"
"معلوم ہے مجھے۔"
"کیا معلوم ہے؟"
"یہی کہ آپ کو کچھ معلوم نہیں۔" تاج دین بابا ہکلائے۔
"تاج بابا..... تمثال اچھا ہے ناں؟"
"ہنہ بہت اچھا ہے مگر....."
"مگر کیا؟"
"مگر میاں صاحب کی اپنی پسند ہوتی ہے۔"
"کاش بابا کو بھی کوئی پسند ہوتا۔"
"ہاں..... یہ تو ہے۔" وہ چپ سے ہو گئے۔
"تاج بابا..... آپ بابا سے کہیں وہ مجھ سے ناراض نہ رہیں۔"
"آپ بالکل فکر نہ کرو۔"
"بابا بات نہیں کر رہے، میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ تمثال سے ملنا ہے۔" وہ منت آمیز لہجے میں بولی۔
"صبر..... صبر میرا بچہ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں میاں صاحب کا ذہن بدلنے کی کوشش کروں گا۔ وہ لڑکا اگر آپ

www.zemtime.com
naeyuf

کے نصیب میں لکھا ہے تو وہ ضرور آپ کو ہی ملے گا۔" تاج دین بابا نے کہا۔
"آپ انہیں سمجھائیں کہ میں نے شہزل کو انکار نہیں کیا تھا۔ وہ جو چاہتے تھے میں وہ کر رہی تھی مگر اب تمثال کو قبول کرلیں۔" اس نے کہا۔
"بٹیا..... میاں صاحب دل کے بہت اچھے ہیں، محبت کرتے ہیں آپ دونوں سے بس اس لیے محتاط رہ کر فیصلے کرتے ہیں۔" انہوں نے سمجھایا۔
"محبت کے دشمن بھی ہیں۔"
"اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حوصلہ رکھو۔"
"تمثال سے ملنا ہے۔"
"مجھے پتہ دینا میں جا کر سمجھاؤں گا۔"
"سچ.....؟" وہ خوش ہوئی۔
"ہاں..... اب آپ خوش رہ کر میاں صاحب کو منانے کی کوشش کرو۔" وہ بولے۔
"ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن ہو کر بولی۔ تاج دین بابا اپنا فون لے کر اس کے پاس سے اٹھ گئے۔ کام مشکل تھا جس کا وعدہ کیا تھا مگر کر آئے تھے۔

☆.....☆.....☆

وہ سوچ و بچار میں گم تھی۔
آج کوئی کام بھی نہیں کر سکی تھی۔ بابا کے آفس میں بھی نہیں گئی۔ انہوں نے انٹرکام پر ہی کچھ پوچھا جس کا اس نے مبہم سا جواب دیا تھا۔ دراصل وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اس کے بلاوے پر ملنے جائے یا نہیں۔ نشید کی ضد اور مستقل مزاجی کا تقاضا یہ تھا کہ اسے یہاں آنے سے روکا جائے اور مجبوراً ایک بار اس سے مل لیا جائے مگر دوسری طرف اپنی سوچ تھی کہ کیوں اس سے ملا جائے جس کے لیے دل میں کچھ بھی نہیں۔ اسی کشمکش میں سارا وقت گزر رہا تھا۔ آفس سے اٹھنے کا وقت ہوا تو اس کا لوکیشن میسج آ گیا۔ وقت یہی تھا وہ بے بس سی ہو کر بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کا ناخن کترنے لگی۔
"خمار ہمایوں..... ایک بار اس سے مل لو ورنہ وہ بار بار تنگ کرتا رہے گا۔" یہ سوچ کر اس نے خود کو تیار کیا۔ ہاتھوں سے بال سنوارے اور پرس اٹھا کر باہر آ گئی۔ ڈرائیور کو ایڈریس سمجھایا اور خود سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔
کچھ ہی دیر بعد گاڑی رکی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور ڈرائیور کو وہیں انتظار کرنے کا کہہ کر خود ریستوران کے اس حصے میں آ گئی جس کے بارے میں میسج میں لکھا تھا۔ وہ بالکل ایک طرف سب کی نظروں سے اوجھل کونا تھا جو سرخ گلابوں سے سج گیا تھا۔ نشید کمال اپنے سینے سے لگائے بڑا سا گلابوں کا گلدستہ اس کی آمد پر جھک کر مسکرایا۔ اسے سب بہت عجیب سا لگا۔ قریب پہنچی تو اس نے گلدستہ اس کی طرف بڑھایا تو مجبوراً اسے لینا پڑا مگر کہنا پڑا جس میں دبا دبا غصہ شامل تھا۔
"اس تماشے کی کیا ضرورت تھی؟"
"یہ سب میرا کھلا دل ہے، اس کا منظر ہے، میں اتنی محبت کرتا ہوں۔" وہ عالم جذب میں ڈوب کر بولا۔
"بند کریں یہ محبت نامہ، آپ کو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے کبھی اس طرح نہیں سوچا۔" وہ سختی سے بڑبڑائی۔
"بیٹھیے تو سہی۔" اس نے کہا تو وہ بیٹھ گئی، وہ بھی بالکل اس کے سامنے بیٹھ کر دوبارہ بولا۔
"دو باتیں ہیں، اگر نہیں سوچا تو اب سوچنے لگیں، دوسری بات انگوٹھی اتارنے پر پریشان ہیں تو یہ بندوبست میں نے

کردیا ہے، انگوٹھی میں لایا ہوں کہیں تو پہنا دوں؟" اس نے جیب سے خوب صورت سی ڈبیا نکال کر کھولتے ہوئے دکھائی۔

"وہاٹ.....!" وہ چلائی۔

"انگوٹھی ہے، چلانے کی ضرورت نہیں۔"

"آپ سے میری بے تکلفی نہیں ہے، جو بات کرنی ہے کریں۔" وہ بولی۔

"پہلے یہ ہاتھ میری طرف لائیں یہ انگوٹھی اتار کے۔" نشید نے سفید ہیرے کی بہت نازک کی اس انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا جو پہلے سے اس کی انگلی میں تھی اور جو بابا نے اس کی سالگرہ پر دی تھی۔ غالباً وہ اسے منگنی کی انگوٹھی سمجھ رہا تھا۔

"یہ فضول بحث بند کریں۔ اصل بات بتائیں۔

"خمار پلیز میری محبت قبول کرلو۔" اس نے کافی سنجیدگی اختیار کی۔

"میرے بابا کے پاس آئندہ ہرگز نہیں جانا۔"

"اس موضوع پر اگر آپ میری انگوٹھی پہن کر کچھ کہوگی تو قبول ہے۔"

"مطلب بلیک میلنگ۔"

"میں نے اس انگوٹھی میں اپنا دل رکھا ہے۔"

"اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ محبت کے لیے زبردستی نہیں ہوتی۔" وہ بولی۔

"ٹھیک ہے لیکن یاد رکھنا محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور آرڈر دینے کے لیے اشارہ کیا۔

"پلیز..... مجھے جانا ہے اور یہ بھی کہنا ہے کہ میرے بابا کو تنگ نہیں کرنا آئندہ اور میرے انکار کو قبول کرلو۔" وہ کہہ کر بجلی کی مانند نکل گئی۔ نشید غم و غصے سے اسے جاتا دیکھتے رہ گیا۔

☆.....☆.....☆

پھول اور انگوٹھی اس کا منہ چڑا رہے تھے، کچھ دیر پہلے کی خوشی غارت ہوگئی تھی۔ گلاب سارے کے سارے کانٹے بن کر اس کی روح میں اتر رہے تھے۔ کنپٹیوں کا تناؤ سخت بڑھ چکا تھا۔ پورے بدن میں جیسے زہر سرائیت کر گیا تھا۔ غم و غصے کے ساتھ انگوٹھی کی ڈبیا جیب میں رکھی اور پھول وہیں چھوڑ کر اٹھ آیا۔ منیجر اور ویٹرز دیکھتے رہ گئے۔ اس نے ریستوران سے نکل کر لمبے لمبے سانس لیے اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

غصے کا یہ عالم تھا کہ گاڑی کے ٹائر بری طرح درد سے چلا رہے تھے۔ وہ گاڑی چلا نہیں رہا تھا۔ گاڑی غصے کی گرفت میں تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اسی کیفیت میں اس کی خود کلامی شروع کردی تھی۔

"خمار ہمایوں..... تم نے پھر میری محبت کی توہین کی ہے، میرے جذبوں کو ٹھوکر ماری ہے۔ ایک بار تم کو حاصل کرلوں پھر محبت کرنا تو میں تمہیں ایسے سکھا دوں گا کہ عمر بھر میرے قدموں سے سر نہیں اٹھا سکوگی اور وہ تمہارا باپ، اسے تو میں دیکھ ہی لوں گا۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید حواس کھو بیٹھتا۔ امجد کا فون آگیا۔ اس کی توجہ بٹ گئی۔

"میں تیرے پاس آرہا ہوں کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گھر۔"

"اوکے۔" اس نے فون بند کیا اور امجد کی رہائش گاہ کی طرف گاڑی کا رخ موڑ دیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ امجد کے روبرو تھا۔ امجد اس کا بچپن کا سنگی تھا۔ فوراً بھانپ گیا کہ وہ ناخوش لوٹا ہے۔ اس نے سلیقے سے لان میں ہی اسے بٹھایا اور اورنج جوس منگوایا۔

"یار موڈ نہیں ہے۔" وہ بولا۔

www.zemtime.com

"جوس کا موڈ نہیں ہوتا، بس پی لیتے ہیں۔ بعد میں چائے پئیں گے۔" امجد نے اس کی بات نظر انداز کردی۔
"جو جاننا چاہتا ہے بول۔" نشید نے اس کی سوالیہ نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے پوچھا۔
"جو کہانی تیرے چہرے پر لکھی میں پڑھ چکا ہوں اس کے بارے میں کیا پوچھوں؟ اس کے سیاق وسباق سے واقف ہوں، تجھے سمجھایا بھی اسی لیے، منع بھی اسی لیے کیا اور یہ بھی بتایا کہ اللہ نے کچھ چیزوں میں، کچھ کاموں میں بھلائی رکھی ہوتی ہے۔ تجھے معلوم نہیں شاید، ظہیر ہمایوں کو معصوم چاہت کی محبت کی بددعا ہے۔ وہ اور اس کی بیٹیاں محبت سے دور رہیں گے۔ بے کار وقت اور پیسہ برباد کررہا ہے تو۔" امجد کے اندر سے ایک طوفان نکلا اور اسے حیران کرگیا۔
"دل کا کیا کروں؟"
"جو وہ تیرے دل کا حال کرگئی ہے اس کے بعد بھی پوچھتا ہے۔ محبت کرنے والی حریم کی خاموش پرستش کی تو نے قدر نہ کی، اس کی بددعا بھی تجھے لگی ہے۔"
"حریم کو پہلے دن سے پتا ہے کہ وہ میری کزن اور دوست ہے۔ منگیتر تو گھر والوں نے بنا رکھا تھا۔"
"چلو یونہی سہی، کاش تم قدر کرتے۔"
"امجد..... تو، تو سمجھ سکتا ہے کہ خمار میرا عشق ہے۔ میرا دل اس کے نام سے دھڑکتا ہے۔" وہ بولا۔
"اللہ کا نام لے، کفر نہ بول، دل معبود حقیقی کے حکم سے دھڑکتا ہے اس کے علاوہ کس کو یہ مقام حاصل؟" امجد کے اندر سے اللہ کی محبت فوراً باہر آئی۔
"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔"
"بہرکیف..... ہوتا یہ ہے کہ جس چیز کے پیچھے انسان بھاگتا ہے وہ انسان سے دور بھاگتی ہے۔ تو چھوڑ دے پھر ہوسکتا ہے وہ آجائے۔ جب کہ بے اصولی بات تو کررہا ہے۔ اس کی منگنی ہوگئی ہے۔" امجد بولا۔
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"
"وہ جس طرح اس لڑکے کے ساتھ شاپنگ کررہی تھی اس سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ خوش ہے۔"
"چلو..... دیکھتے ہیں۔" نشید نے اورنج جوس کا خالی گلاس رکھتے ہوئے کہا۔
"اللہ ہی رحم کرے تجھ پر۔" امجد نے صدق دل سے دعا دی تھی۔

☆.....☆.....☆

ٹی وی لاؤنج قہقہوں سے گونج رہا تھا۔
نشید نے قدم اس طرف بڑھائے۔ فردوسی آپا، شکیب، جمال چاچو اور ماما کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ اسے دیکھ کر سب مسکرائے، اس نے سلام کیا اور اسی محفل کا حصہ بن گیا۔
"بڑے وقت سے آئے ہو، ساتھ چائے پینے کا مزہ آئے گا۔" جمال صاحب نے کہا۔
"آپ لوگ اچانک۔" وہ فردوسی آپا اور شکیب سے مخاطب ہوا۔
"ارے اچانک کہاں، ہم نے پہلے سے بتا رکھا تھا۔" فردوسی آپا بولیں۔
"شاید حریم نے بتایا تھا۔" اس نے بوکھلاہٹ میں حریم کا سہارا لیا۔
"ہم نے شادی کی شاپنگ کرانی ہے حریم کو۔" شکیب نے خوشی سے بتایا۔
"او..... گڈ۔"
"ڈکیہ..... نشید کی کب شادی کرنی ہے؟" فردوسی آپا نے پوچھا۔

"جب نشید چاہے گا۔" ذکیہ کمال نے جواب دیا۔
"بہت جلد، شاید حریم اور شکیب سے بھی پہلے۔" نشید نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔
"ماشاءاللہ..... ان شاءاللہ۔" فردوسی آپا نے کہا۔
"اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔" جمال صاحب نے کہا۔
"ذکیہ لڑکی پسند کرلی کیا؟" فردوسی آپا نے پوچھا۔
"جی..... جی۔" جمال صاحب نے جلدی سے کہا۔
"چلو یہ تو اچھی بات ہے۔" وہ بولیں۔
"نشید..... دیکھو چائے میں کتنی دیر ہے؟" بیگم ذکیہ کمال نے گفتگو کا موضوع بدلنے کے لیے کہا تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔
"اچھا ہوگا، حریم جائے گی اور نشید کی دلہن آجائے گی۔" فردوسی آپا بولیں۔
"ان شاءاللہ۔"
"جاؤ بیٹا آپ بھی کچن میں دیکھو حریم کیا کررہی ہے۔" فردوسی آپا نے شکیب کو بھی جانے کو کہا۔
"ہاں..... ہاں جاؤ بیٹا۔" جمال صاحب نے کہا۔
"اوکے۔" شکیب نے کہا اور خود بھی نشید کے پیچھے اسی طرف چل دیا۔ تب فردوسی آپا نے پوچھا۔
"ذکیہ..... نشید نے اپنی پسند سے لڑکی تلاش کی ہے یا.....؟"
"ارے آپا ہم سب کی پسند ہے، بس اللہ اچھا کرے۔" جمال صاحب نے جلدی سے کہا۔ اتنی دیر میں ملازمہ چائے کے ساتھ لوازمات سے بھری ٹرالی لیے آگئی۔ ساتھ ہی حریم تھی، ہلکے جامنی لباس میں سر پر دوپٹہ جمائے جھکی جھکی پلکوں کے ساتھ اس نے ٹرالی سے پلیٹیں اٹھائیں۔ سب سامان میز پر رکھوایا۔ فردوسی آپا کے حسن سلیقہ پر فریفتہ ہوتی رہیں، پشت پر اس کے ریشمی بال لہرا رہے تھے۔ فردوسی آپا نے بلائی لیں۔
"ماشاءاللہ سے ہماری حریم جیسی لڑکیاں اب کہاں؟ اسلام آباد میں تو یورپ کی لڑکیاں دکھائی دیتی ہیں، میرے شکیب کی پہلے دن سے خواہش تھی کہ شرمیلی، لمبے بالوں والی لڑکی سے شادی کرنی ہے، اللہ نے اس کی سن لی۔" فردوسی آپا کی بات کے دوران ہی نشید آچکا تھا۔ اس کے ساتھ شکیب بھی تھا جو حریم کو نگاہوں نگاہوں میں سراہا رہا تھا۔ نشید نے جملہ کسا۔
"مبارک ہو یار..... حریم قسم سے جنت کی حور ہے۔" حریم نے اس کا جملہ سن کر پہلی مرتبہ پلکیں اٹھائیں اور رنجیدہ نظروں سے نشید کو دیکھا تو وہ نظریں چرا گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

حریم چائے سرو کرکے بجھی بجھی سی رات کے کھانے کی تیاری کے لیے باورچی خانے کی طرف جانے لگی تو شکیب ایک دم سامنے آگیا تو وہ ٹھٹکی۔
"پلیز شکیب..... میں مصروف ہوں۔" اس نے کہا۔
"کہاں مصروف ہو؟"
"رات کا کھانا میں خانساماں کی مدد کرنی ہے۔"
"اور ہم جو صرف آپ کے لیے آئے ہیں، ہمارا کیا ہوگا؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا۔
"آج تو آپ آئے ہیں۔"
"ہم کھانا باہر کھائیں گے۔ شاپنگ کریں گے، یہ پروگرام سب کا ہے۔" اس نے بتایا۔

www.zemtime.com

''نہیں ابی پرہیزی کھانا کھاتے ہیں، فوراً میڈیسن کھاتے ہیں۔''
''مگر آج وہ بہت خوش ہیں، یہ پروگرام انہوں نے ہی ڈن کیا ہے۔'' شکیب نے کہا۔
''پلیز..... شکیب، میرا موڈ نہیں ہے۔'' وہ کہہ کر کچن میں گھس گئی۔ وہ پیچھے آیا۔
''حریم..... دس ناٹ فیئر۔''
''کہا نا کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، آپ جو چاہیں کریں۔'' اس نے سبزی کی باسکٹ اٹھائی اور ضرورت کے مطابق منتخب کرنے لگی۔
''کیا مطلب؟ دلچسپی نہیں۔'' وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔
''مطلب..... میں شاپنگ کی شوقین نہیں۔''
''ہماری شادی کی شاپنگ ہے۔''
''تو آپ کرلیں، تائی امی کرتی ہیں میری شاپنگ۔''
''نہیں..... آپ کو میرے ساتھ جانا ہوگا۔'' وہ اڑ گیا۔
''شکیب..... مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔'' اس نے سختی سے کہا۔
''خانساماں..... آپ کچھ دیر کے لیے باہر جائیں۔'' شکیب نے خانساماں کو وہاں سے بھیجا تو حریم اور زیادہ بے زار ہوگئی۔
''یہ کیا بچکانہ حرکت ہے۔''
''حریم..... آپ خوش بالکل نہیں ہیں آخر کیوں؟'' شکیب نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔
''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں خوش ہوں۔'' اس نے ٹالا۔
''تو پھر ظاہر بھی کرو۔''
''کیا کروں؟''
''تیار ہو کر ہمارے ساتھ چلیں۔'' وہ بولا۔
''کل شاپنگ کے لیے چلوں گی۔''
''نہیں..... آج ہم سب کے ساتھ۔'' وہ اڑا رہا۔
''اچھا بابا..... آپ یہاں سے جائیں۔ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔'' حریم نے ہتھیار ڈال دیے۔
''اوکے..... بہت جلدی سے تیار ہو کر آئیں۔'' وہ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔
تو بادل نخواستہ حریم کو باورچی خانے سے باہر آنا پڑا اور اپنے کمرے کا رخ کیا۔ نا چاہتے ہوئے لباس کا انتخاب کر کے تیاری کرنی پڑی۔ ابی خوش تھی ان کو وہ دکھی کرنا ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کچھ دیر آرام کی غرض سے بیڈ کا سہارا لیا تھا۔

☆.....☆.....☆

ظہیر ہمایوں صاحب اپنے کمرے میں بند تھے۔ نہ کسی سے بات کی تھی نہ کچھ کھایا پیا تھا۔ خمار نے کئی بار کمرے میں آ کر بات کرنی چاہی مگر انہیں آنکھیں موندے دیکھ کر بنا کچھ کہے واپس چلی جاتی۔ ایسے میں صرف تاج دین بابا ہی تھے جو ان سے بات کر سکتے تھے۔ کچھ بول سکتے تھے۔ کچھ پوچھ سکتے تھے۔ یہی سوچ کر خمار نے تاج دین بابا کو ان کے کمرے میں بھیجا۔ تاج دین بابا نے ہمت کر کے جسارت کی۔
''کون سا غم ہے جو آپ کو چاٹ رہا ہے؟'' ان کی آواز پر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

www.zemtime.com

"تاج دین..... غم سے زیادہ غصہ مجھے کھا رہا ہے۔" وہ بولے۔
"کتنے دن گزر گئے اب غصہ نکال باہر پھینکیں۔"
"کس کس غصے کو نکالوں، روز ہی ایک نئی اذیت کھڑی ہو جاتی ہے۔" وہ بولے۔
"کس قدر حالت خراب کر رکھے ہیں، بچیاں آپ کی وجہ سے پریشان ہیں، میں جانتا ہوں آپ کو کیا پریشانی ہے؟ یہ تنہائی چاٹ رہی ہے، ساتھی ہو تو....."
"ایک ہی بات کیا کرنی؟ جو وقت کی گردش میں رہ گیا، اس کا ذکر کیا کرنا؟" ظہیر ہمایوں صاحب نے تاسف کہا۔
"اخاہ..... میاں صاحب، وقت تو آپ نے خود دھکے مار کے نکالا ہے۔ کتنا اچھا ہوتا اگر اس گھر میں خوشیاں ہوتیں۔"
"خمار، بہار کی خوشیاں بچاتے بچاتے شاید اپنی خوشی فراموش کر گیا۔"
"خمار بیٹی، بہار بیٹی کی خوشیوں کو کیا خطرہ ہے، آپ کس خوف کا شکار ہیں؟"
"پتا نہیں تاج دین مجھے خمار اور بہار کے لائق کوئی جچتا نہیں۔ جو محبت کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ بھی نہیں۔ جانے میں اتنا انتہا پسند کیوں ہوں؟ اپنی دونوں آنکھوں کو کہاں دیکھنا چاہتا ہوں، کسی پر اعتبار نہیں۔"
"یہ آپ کی عادت ہے اعتبار نہیں کرتے۔"
"کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"میاں صاحب..... کچھ نہیں، آپ خود کو دیکھیں کتنے اکیلے پڑ گئے ہیں، بچیاں الگ الگ خاموش ہو گئی ہیں۔ میاں صاحب، میں عام سا خدمت گار ہوں، بڑی بڑی کتابیں نہیں پڑھیں میں نے بس اتنا پتا ہے کہ محبت تو خود رب نے کی۔ لوگ اچھے برے، امیر غریب ہوتے ہیں، محبت سچی، صاف اور رب کے جیسی ہوتی ہے۔ آپ جانے کیوں محبت سے ہی ڈرتے ہیں۔ میاں جی آپ نے اپنے ساتھ تو جو کیا ہی کیا پر بہار بیٹی اور اس پیاری سی بیٹی کے ساتھ اچھا نہیں کیا آپ نے۔"
"پیاری سی بیٹی مطلب؟" انہوں نے ٹوکا۔
"آپ دل سے سوچیں گے تو مطلب سمجھ میں آ جائے گا۔"
"ہاں تو جھوٹی تھی ناں اس کی محبت، مشروط محبت۔" وہ طنزیہ بولے۔
"کیا مشروط؟ میاں صاحب، اس بی بی کی شرط نہیں ضرورت تھی بلکہ ہر بی بی کو عزت دار گھرانہ چاہیے ہوتا ہے۔ آپ کے پاس کیا کمی تھی؟ اس محل میں کیا تنگی تھی۔" تاج دین بابا بولتے رہے۔
"کمی اور تنگی کی وجہ نہیں؟ سوسائٹی میں وضع داری اور ساکھ قائم رکھنی ہوتی ہے، خود کو اس طرح ظاہر کرنے کا مطلب اپنی بیٹیوں کو بے عزت کرانا تھا۔" وہ اب بھی سوچ پر شرمندہ نہیں تھے، صرف افسردہ تھے۔
"مرضی ہے آپ کی مگر بہار بٹیا کے لیے سوچ بدلیں۔" تاج دین بابا کہہ کر اٹھے اور کمرے سے نکل گئے۔ ظہیر ہمایوں صاحب انہیں بتا نہیں سکے کہ آج وہ خمار کی وجہ سے بھی بے حد ڈسٹرب ہیں۔

☆.....☆.....☆

بندہ تو گناہ گار ہے رحمٰن ہے مولا
بندے پر کرم کرنا تیری شان ہے مولا
بندہ تو گناہ گار ہے رحمٰن ہے مولا
رحمٰن ہے مولا

شمسو چاچا کی سریلی، مالک حقیقی کی محبت میں رچی بسی آواز دور دور تک پھیل رہی تھی۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔

www.zemtime.com

وہ کام ختم کر چکے تھے۔ جگنو ان کے لیے چائے اور بسکٹ لایا تھا۔
"شمسو چاچا، گائیں ناں، اتنا اچھا لگ رہا تھا۔" جگنو نے فرمائش کی۔
"اوئے بھلے مانس، اذان ہونے والی اے۔" شمسو چاچا ہاتھ دھو کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ جگنو بھی ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔
"واہ..... بڑی چس والی چائے ہے۔" جگنو نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔
"شاوا بھئی..... سواد آ گیا۔" شمسو چاچا نے بھی چائے کی تعریف کی۔
"بی بی کی چائے بنا بنا کر سیکھی ہے۔"
"ویسے آج کچھ سونا سونا لگ رہا ہے۔" شمسو چاچا نے کہا۔
"ہاں..... بہت ویرانی ہے، مشکل سے دن گزر رہا ہے۔" وہ افسردگی سے بولا۔
"تو سیر سپاٹا کرتا۔"
"او کدھر چاچا، گھر اور کارخانہ اکیلے تو نہیں چھوڑ سکتے تھے جگنو صاحب۔" وہ لہرا کر بولا۔
"یہ وی ٹھیک ہے کاکا۔ چوری چکاری کا ڈر لگا رہتا ہے۔"
"ہنہ....."
"چل کچھ دیر تو تیرا وقت میں نے اچھا کر دیا۔"
"تو ایسا کر رات میرے پاس رہ جا۔" جگنو نے پیار سے کہا۔
"رہ جاتا مگر بے زبان بیٹی بھوکی پیاسی راہ دیکھے گی۔"
"بے زبان بیٹی؟"
"ہاں..... میں نے ایک سوہنی سی بکری پال رکھی ہے۔ بھوکی پیاسی ہوگی۔"
"ہاہاہا..... بکری۔" جگنو زور سے ہنسا۔
"اوئے ہاں، بکری نکی سی لے کر پالی ہے۔ بڑی گوڑھی محبت ہے ہماری، بھوکی مر جائے گی پر گھر والی کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھائے گی۔"
"پھر تو تجھے جانا چاہیے، اس معصوم کو راہ نہ دکھا۔ ہم تو اکیلے رہ لیں گے، بی بی صاحبہ کو فون کر لیں گے۔"
"تو بہت چنگا ہے کاکا۔ بی بی کا بہت خیال رکھتا ہے ورنہ وہ بچاری کلم کلی کیا کرتی؟"
"وہ تو جگنو صاحب مرتے دم تک خیال رکھیں گے۔" اس نے سینہ ٹھونک کر کہا۔
"جیوندا رہ پتر۔" شمسو چاچا نے چائے کی آخری چسکی لی۔
"بس بی بی صاحبہ کی کمی بہت محسوس کر رہے ہیں ہم۔" جگنو نے کہا۔
"یہ تو ہے۔" شمسو چاچا اٹھ کھڑے ہوئے۔
"چل دیئے۔"
"ہاں..... کل زندگی رہی تو ملاقات رہے گی۔" شمسو چاچا اپنا باغبانی میں استعمال ہونے والا سامان لے کر چلے گئے۔ جگنو چائے کے کپ ٹرے میں رکھے اندر چلا آیا تھا۔

☆.....☆.....☆

سب لوگ تیار ہو کر بیگم ذکیہ کمال کا انتظار کر رہے تھے۔ نشید کو بھی اصرار کر کے راضی کر لیا گیا تھا۔ وہ تیار ہو کر آ گیا۔

بیگم ذکیہ کمال کی طبیعت کچھ ناسازی ہوئی تو انہوں نے معذرت کرلی۔ بس حریم کی تو جان پر بن آئی مگر ذکیہ بیگم نے اسے تسلی دے کر جانے پر آمادہ کرلیا۔ وہ خاص تیاری کے ساتھ باہر آیا تھا۔ تبھی ذکیہ بیگم نے ملازمہ کے ذریعے اسے کمرے میں بلایا۔ وہ فوراً ہی کمرے میں پہنچا مگر ذکیہ بیگم کے ہاتھ میں انگوٹھی والی ڈبیہ دیکھ کر ٹھٹھکا۔

"جی ماما۔"

"یہ شاید آپ کی ہے۔" وہ بولیں۔

"یہ آپ کے پاس۔"

"ہاں آپ کے کمرے کے باہر سے ملازم کو ملی ہے۔"

"جی..... گر گئی ہوگی۔"

"کس کے لیے لی تھی؟"

"آپ کو معلوم تو ہے۔"

"اب بھی اس لڑکی سے امید لگا رکھی ہے؟"

"ہاں..... آپ کی ساتھ جو کیا وہ بھول تو نہیں سکتا ناں۔"

"نشید..... اس لڑکی کو چھوڑ دو، وہ اب آپ کے قابل نہیں، کسی کی منگیتر ہے۔"

"آپ کی بہو وہی بنے گی۔"

"مجھے کوئی خواہش نہیں۔"

"اچھا یہ مجھے دے دیں، کل مجھے اس کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا تو بیگم ذکیہ کمال نے ڈبیا اسے تھما دی۔

"اگر یہ انگوٹھی کل آپ کے کام نہ آئی تو پھر جسے میں انگوٹھی پہناؤں گی۔ وہی آپ کی پسند ہوگی۔"

"منظور ہے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" بیگم ذکیہ کمال نے اسے کہا اور جانے کی اجازت دے دی۔

"او کے ٹیک کیئر۔" وہ ان کی پیشانی چوم کر بولا اور باہر نکلا تو باہر حریم موجود تھی۔

"کیوں بلایا تھا تائی امی نے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں، ویسے ہی کچھ کہہ رہی تھیں۔" وہ ٹال گیا۔

"وہ ٹھیک تو ہیں ناں؟"

"ہاں ناں۔" وہ چڑ سا گیا۔

"کھانے کو کیوں دوڑتے ہو؟" حریم برا مان کر پلٹ گئی۔

"حریم..... حریم یار بات سنو۔" وہ آوازیں دیتا اس کے پیچھے آیا۔ شکیب اس کی آواز پر سامنے آتے ہوئے بولا۔

"ناراض کردیا ناں میری حریم کو۔"

"ایکسکیوزمی..... وہ آپ سے پہلے میری کزن اور....." نشید تن کر کہتا کہتا رک گیا۔

"کزن اور.....؟" شکیب نے اس کا جملہ اچک لیا۔

"دوست ہے، بہت اچھی دوست۔" نشید کو شکیب کا اس طرح پوچھنا کچھ عجیب سا لگا۔ حریم کو شکیب نے دیکھا اور پھر پراسراری مسکان کے ساتھ بہت خاموشی سے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوگیا۔ جہاں سب ان کے منتظر تھے۔

☆.....☆.....☆

www.zemtime.com

مسلسل آرام اور دوائیں کھانے کے باوجود تمثال کا بخار کم نہیں ہو رہا تھا۔ بہت کمزور اور نڈھال سا ہو گیا تھا۔ کلیم مرزا بہت ضد کر کے ڈاکٹر کے پاس لے آئے تھے۔ ڈاکٹر نے میڈیسن بدل دیں، کلیم مرزا نے اس کو بستر پر لٹایا اور اس کے لیے کیلا چھیلا۔

''میں اپنے الفاظ اگر واپس لے لوں تو تم ٹھیک ہو جاؤ گے کیا؟'' اسے کیلا کھلاتے ہوئے وہ بولے۔

''کون سے الفاظ؟'' اس نے مشکل سے پلکیں اٹھائیں۔

''بہار سے تم دور رہ نہیں سکتے، میری کوشش بے کار ہو گئی۔'' انہوں نے کہا۔

''بہار کہاں سے آ گئی؟''

''بہار کہیں گئی ہی نہیں تھی۔''

''ابا..... کیا ہو گیا؟''

''تمثال..... تم ہماری کائنات ہو، ہماری محبت ہو مگر بہار کی محبت بھی تو تمہارے لیے ضروری ہے۔ ہمیں تمہاری خوشی دیکھنی ہے۔ اسے معاف کر دو، وہ بھی بے سکون ہو گی۔ تمہارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے۔''

''ابا..... اس کی منگنی ہو چکی ہے۔'' اس نے نقاہت سے جواب دیا۔

''اس سے بات تو کرو، وہ تو گلہ لے کر آئی تھی۔''

''اس نے آپ اور اماں کو بے عزت بھی تو کیا تھا؟''

''پرانی بات ہو گئی۔''

''زخم تازہ رہتے ہیں۔''

''معاف کر دو، اس سے بات کر لو۔''

''سوچوں گا۔''

''ٹھیک ہے سوچ لو، ہمارے لیے تو تم ہی سب کچھ ہو۔''

''اور میرے لیے آپ اور اماں۔''

''بہار کو بھی اس میں شامل کر لو۔''

''وہ منگنی نہ کراتی۔''

''پتہ نہیں کیوں؟ میں اس منگنی کے تذکرے پر کچھ عجیب سا محسوس کرتا ہوں۔ یار نکاح ختم ہو جاتے ہیں اور اگر منگنی میں اس کی مرضی ہے تب بھی اس سے بات کرو تا کہ الجھن دور ہو۔ مجھے یقین ہے کہ بات کرنے سے سب واضح ہو جائے گا۔'' کلیم مرزا نے جملہ مکمل ہی کیا تھا کہ نور جہاں بیگم خشمگیں نگاہوں سے گھورتی ہوئی آ گئیں اور چائے کی ٹرے میز پر رکھ کر مخاطب ہوئیں۔

''کیا پٹی پڑھا رہے ہو میرے بچے کو، سٹھیا گئے ہو۔''

''کیا کروں؟ تم نے کسی قابل چھوڑا ہی نہیں۔'' انہوں نے چھیڑا۔

''جو دروازہ بند ہو گیا سو ہو گیا۔'' وہ بولیں۔

''اچھا سکون سے چائے پیو اور پینے دو۔''

''کلیم مرزا..... تمثال کو اپنے جیسا مت بناؤ۔''

''ارے واہ..... مجھ میں کیا خرابی ہے؟ اپنے اشاروں پر عمر بھر چلایا، کیا کمی رکھی میں نے؟''

www.zemtime.com

"وہ ہوا عشق تو ہمارے درمیان دندناتا رہا۔" وہ بگڑیں۔
"اچھا چلو اپنے کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔ اسے آرام کرنے دو۔" کلیم مرزا نے اپنا اور ان کا چائے کا کپ اٹھایا اور انہیں ایک ہاتھ سے کھینچ کر باہر لے آئے۔
"دیکھتی نہیں ہو تمثال کا کتنا سامنہ نکل آیا ہے، وہ بہار کو بھول نہیں سکتا، دل نرم کرو اپنے بچے کے لیے، آگے اللہ کو جو منظور فی الحال تم تو اس کا دل رکھو، بجھ کے رہ گیا ہے۔" کلیم مرزا نے کہا۔
"یہ تو ہے میرا بچہ مرجھا گیا ہے مگر....."
"اگر مگر نہیں، تمثال کی خوشی دیکھو۔" وہ بولے تو وہ چپ ہو گئیں۔

☆.....☆.....☆

رات کے آٹھ بجے ظہیر ہمایوں صاحب لیپ ٹاپ پر ای میلز دیکھ رہے۔ تبھی خمار ان کے کمرے میں آئی۔ انہوں نے اسکرین پر نظریں جمائے جمائے پوچھا۔
"کل سنگاپور کی ٹیم سے ہماری بزنس ڈیل ہونے جا رہی ہے۔ اس کو آپ لیڈ کرو گی اور یہ میٹنگ آپ نے ہر طرح سے دیکھنی ہے، تیاری کر لی۔"
"جی..... ابھی تو ای میل آئی ہے مقصود صاحب کی۔" خمار نے جواب دیا۔
"بس صبح بتا نہیں سکا۔ بہر کیف دیکھ لو، پوائنٹس خود بھی رکھو باقی مقصود صاحب اور ان کی ٹیم سب طرح سے تیاری کریں گے۔" انہوں نے بتایا۔
"اور آپ ہوتے تو....." وہ اٹکی۔
"میں کسی وجہ سے شاید شریک نہ ہو سکوں۔" وہ بولے۔
"بابا....."
"ہنہ....."
"ایک بات پوچھنی ہے۔"
"پوچھو۔"
"آپ اس کو لے کر ڈسٹرب ہیں۔" اس نے بہت آہستگی سے ڈھکے چھپے الفاظ میں پوچھا۔
"کس کو؟" وہ انجان بن گئے۔
"آفس میں جو ہوا آپ کا غصہ۔"
"وہ..... وہ آپ کی وجہ سے ہوا۔" وہ بولے۔
"میری وجہ سے؟" وہ حیرت سے بولی۔
"اس طرح تو آپ کا تعلق نہیں مگر وہ پھر انو جوان نام تو آپ کا ہی استعمال کرتا ہے۔"
"آپ اسے کورا جواب دیں، میرا کوئی تعلق نہیں ہے، آپ آفس میں نہ گھسنے دیتے۔"
"وہ تو محبت کے نعرے لگاتا ہے، تعلق جوڑنا چاہتا ہے۔" انہوں نے کہا۔
"بہر کیف آپ اس کی وجہ سے پریشان بالکل نہ ہوں، نارمل رہیں۔"
"نو ٹینشن مجھے اس سے نپٹنا آتا ہے۔ ویسے عجیب ضدی لڑکا ہے۔" وہ بولے۔
"میں چاہتی ہوں آپ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ میں ملوث ہوں۔" اس نے صفائی پیش کی۔

www.zemtime.com
naeyuga.com

''بس الجھ گیا ہوں، آپ دونوں کے لیے جیسا سوچتا ہوں اس میں الجھتا جاتا ہے۔'' وہ لیپ ٹاپ آف کر کے آنکھوں کو سیدھے کی دو انگلیوں سے دباتے ہوئے بولے۔

''بس آپ ریلیکس رہیں، کہیں آپ کو کچھ نہ ہو جائے۔'' وہ فکر مندی سے بولی۔

''جیتی رہو..... جاؤ جا کر کل کی میٹنگ کا ایجنڈا دیکھ لو اور آرام کرو۔''

''کھانا تیار ہے۔''

''اوہ ہاں..... چلو میں آتا ہوں، بہار کو بھی بلواؤ۔'' انہوں نے کہا تو وہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

''نہیں..... میری خمار معصوم ہے یہ اس میں انوالو نہیں، وہی ڈھیٹ ہے، آج اگر آیا تو گارڈ سے کہہ کر دھکے مار کر نکلواؤں گا۔ وہ ڈھیٹ ہے تو میں بھی انا پرست ہوں۔'' وہ خمار کے جانے کے بعد بڑبڑائے۔

سچ بھی یہی تھا کہ انہوں نے انا کا مسئلہ بنا رکھا تھا ورنہ نشید کسی لحاظ سے کمتر نہیں تھا۔ محبت کے نام پر ان سے اپنی بے عزتی کرا رہا تھا۔ یہ اس کی محبت کی سچائی تھی۔

☆.....☆.....☆

جگنو نے رات بھر جاگ کر چاہت کے فون کا انتظار کیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فون دیکھتا رہا مگر فون نہیں آیا۔ صبح سر میں شدید درد تھا۔ طبیعت بوجھل تھی مگر تہیہ کر کے اٹھا کہ یاسمین نہیں ہے تو کیا ہوا خوب اچھے سے صفائی کرنی ہے۔ ناشتہ کیا، سر درد کی گولیاں کھائیں اور کمر کس لی، باہر سے صفائی کا آغاز کیا۔ تقریباً گھنٹہ لگا جب اندر آیا تو تخت پر رکھا موبائل فون بج رہا تھا۔ اس نے لپک کر فون اٹھایا اور اٹینڈ کیا۔

''السلام علیکم..... جگنو کہاں تھے؟'' دوسری طرف سے چاہت کی آواز آئی تو وہ کھل اٹھا۔

''جی..... وہ باہر تھے صفائی کر رہے تھے، آپ بتائیں آپ تو اچھی ہیں، سب اچھا ہے ناں، اپنا خیال رکھا ہے ناں؟'' اس نے ایک ساتھ سب سوال کر ڈالے تو وہ ہنس دی۔

''ہاہاہا..... سب سوال کا ایک ہی جواب، میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''اللہ کا شکر ہے جی۔''

''تم بھی اپنا بہت خیال رکھنا۔''

''ہاں جی..... ہم خیال رکھ رہے ہیں۔''

''اور کوئی بات؟'' چاہت نے پوچھا۔

''ہم نے ساری رات فون کا انتظار کیا تھا۔ آپ فون کر لیا کریں۔''

''ارے پاگل ہو، کیوں انتظار کیا؟''

''یہ تو ہمیں معلوم نہیں۔'' اس نے سادگی سے اعتراف کیا۔

''اچھا خیر..... بس کوئی اور بات۔''

''ایک بات ہے جی۔''

''بولو۔''

''آپ جلدی سے آ جائیں جی۔ ہم بہت اکیلے پڑ گئے ہیں۔'' بڑی رونی سی آواز میں اس نے کہا تو چاہت کی تعجب بھری آواز آئی۔

''کیوں..... کیوں؟''

www.zemtime.com

"پتا نہیں جی، بس آپ کو ڈھونڈتے رہتے ہیں۔"
"حیرت ہے۔"
"سچ ہے جی۔"
"اچھا چلو..... باتیں نہ بناؤ آرام کرو۔"
"آپ جلدی آجائیں۔" اس نے معصومانہ فرمائش کی۔
"اچھا..... ابھی یہاں مصروفیت ہے، کل تو ریہرسل ہے۔" وہ بولی۔
"وہ کیا ہوتی ہے؟"
"اب تمہیں کیا بتاؤں، تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"
"ہاں جی..... ہم تو نہیں جانتے۔"
"اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ۔"

☆.....☆.....☆

فردوسی آپا نے اس کے نانا کرتے بہت ساری شاپنگ کرادی تھی۔
شکیب نے بھی کچھ اپنی پسند سے خریدا۔ نشید کمال اور جمال صاحب مال کے کیفے میں چائے انجوائے کرتے رہے۔ اس کے بعد سب ڈنر کے لیے پہنچے۔ ڈنر کے بعد گھر پہنچتے پہنچتے رات کے بارہ بج گئے تھے۔ بیگم ذکیہ کمال جاگ رہی تھیں، انہوں نے مسکرا کر ان کے آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ سب سامان فردوسی آپا نے کھول کھول کر انہیں اسی وقت دکھانا شروع کردیا تھا۔ حریم تھک چکی تھی اور کچھ زیادہ دلچسپی بھی نہیں لے رہی تھی۔ اس لیے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور پھر دستک۔
"آجائیں۔"
"شکریہ۔" شکیب اندر آتے ہوئے بولا۔
"آپ..... کوئی کام ہے؟" وہ ڈوپٹہ کندھوں پر پھیلاتے ہوئے بولی۔
"نہیں..... بس کچھ پوچھنا تھا۔" وہ بولا۔
"کیا؟"
"آپ غیر معمولی سنجیدہ تھیں سارا وقت کیوں؟" اس نے پوچھا۔
"ویسے کیا مجھے اچھلنا کودنا چاہیے تھا؟" وہ بے زاری سے بولی۔
"نہیں کم از کم مسکرانا، خوش ہونا تو چاہیے تھا۔"
"بس میں اتنا ہی خوش ہوتی ہوں۔"
"سچ ہے یہ کیا؟"
"شکیب..... پلیز آپ ابھی سے سمجھ لیں کہ میں ایسی ہی ہوں۔"
"مگر پلیز کچھ خوشی نظر آئے۔"
"وہ وقت آنے دیں۔"
"حریم..... میں آپ سے بے حد محبت کرنے لگا ہوں، اس لیے وہم سا دل کو پریشان کرتا ہے۔"

"کیسا وہم؟"
"آپ نے کبھی کہا ہی نہیں کہ آپ بھی محبت کرتی ہیں۔"
"سچ تو یہ ہے کہ ہمارا رشتہ گھر والوں کی مرضی سے جڑا ہے، باقی محبتیں شادی کے بعد ہو جائیں گی۔" اس نے سرد مہری اختیار کی۔
"آپ پہلے بھی تو....."
"شکیب پلیز..... میں بہت تھکی ہوئی ہوں، آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔
"باہر لان کا موسم بہت خوب صورت ہے، کچھ دیر چہل قدمی کرتے ہیں۔" اس نے کہا۔
"نہیں، میرا موڈ نہیں ہے اور بہت تھکی ہوئی ہوں۔" اس نے خاصی سختی سے کہا۔
"او کے۔" وہ کافی اجنبیت سے کہہ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔
حریم کو افسوس سا تو ہوا مگر شکیب کی مرضی کے مطابق اظہار عشق کرنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

ظہیر ہمایوں صاحب کچھ ذہنی دباؤ کے ساتھ آفس پہنچے تھے مگر آفس میں خمار کے شعری مجموعے دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ پبلشر نے کتابیں آفس کے پتے پر بھیجی تھیں۔ انہوں نے بے تابی سے بنڈل سے کتاب نکالی۔ خوب صورت نیلگوں سا سرورق اس پر جگمگاتا "خمار ہمایوں" انہیں اچھا لگا، خوشی سے سرشار تن گیا۔ کتاب کا عنوان "محبت کی قسم" پر وہ چونکے مگر پبلشر نے جس طرح کسی آرٹسٹ سے عنوان کو ڈیزائن میں ڈھلوایا تھا وہ بھی خوب صورت تھا۔ ان کے دل میں اتر گیا۔ کرسی پر بیٹھے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی ان کی پی اے اندر آئی۔
"سر..... وہ صاحب آئے ہیں۔"
"کون صاحب؟"
"وہی جن کو آنے سے منع کیا تھا۔"
"مس..... مجھے کون منع کر سکتا ہے، میں غیر نہیں ہوں۔" نشید کمال نے اندر آ کر کہا۔ ظہیر ہمایوں کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
"مس آپ جائیں۔" انہوں نے کہا تو وہ چلی گئی۔
"کیسے ہیں آپ؟"
"کیوں آئے ہو؟ منع کیا تھا ناں۔" انہوں نے غصے سے کہا۔
"آپ سے آج جواب لینا تھا۔"
"وہی جواب ہے جو کل دیا تھا۔ اب نکل جاؤ۔"
"ایک بات تو بتائیں، آپ کو مجھ سے ضد ہے کیا؟" نشید نے پوچھا۔
"شاید۔"
"تو ضد ختم کر دیں، کیوں کہ ضد آپ کو ختم کرنی پڑے گی۔" اس نے بڑے سکون سے کہا۔
"دیکھو..... میں آرام سے کہہ رہا ہوں کہ یہ پیار محبت کی کہانی یہاں نہیں چلے گی، میری بیٹی کو تم میں کوئی دلچسپی نہ تھی، نہ ہے اور نہ ہو گی۔" ظہیر ہمایوں طنزیہ مسکرا کر بولے۔
"خمار کی بات چھوڑیں، فی الحال اپنی ضد کی وجہ بتائیں، میں کیا ہوں؟ لولا ہوں، لنگڑا ہوں، غریب ہوں، بدشکل

ہوں، جاہل ہوں؟" وہ بولتا چلا گیا۔
"ایک برائی ہی کافی ہے۔"
"کہ آپ کی بیٹی سے شدید محبت کرتا ہوں۔"
"تو کیوں کرتے ہو؟"
"محبت کیوں سے تعلق نہیں رکھتی؟"
"لڑکے..... یہ سب باتیں اب فضول ہیں۔" انہوں نے کہا۔
"کوئی فضول نہیں، اس کا توڑ ہے میرے پاس۔"
"میرے آفس ٹائم کو خراب مت کرو۔" انہوں نے سختی سے کہا۔
"آپ میری زندگی خراب مت کریں، میں خمار کے بغیر جی نہیں سکتا۔" اس نے کہا۔
"ہنہ..... بڑے آئے مجنوں کہیں کے۔" ظہیر ہمایوں طنزیہ بولے۔
"آپ تو مجنوں بن نہ سکے مگر میں آپ جیسا نہیں ہوں۔"
"کیا مطلب ہے اس بکواس کا؟" وہ تڑک کر بولے۔
"ظہیر ہمایوں صاحب، میں نے پوری کوشش کی کہ آپ کو احترام کے مقام سے نیچے نہ لانا پڑے مگر لگتا ہے کہ مجبوری ہے۔" نشید نے بڑی تحمل سے رک رک کر کہا۔
"نوجوان..... مجھے تم سے نہ احترام لینا ہے اور نہ احترام کی توقع ہے، تم جیسے فلمی ہیرو بننے والے مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے، جانے کیوں تم عزت سے جانا نہیں چاہتے، مجھے گارڈز کو بلانا پڑے گا۔"
"نا..... نا، غلط سمجھا آپ نے، آپ کو احترام، عزت، اپنی ساکھ اپنے اسٹیٹس کا بڑا پاس ہے۔ اس کی خاطر تو آپ نے جائز ناجائز رشتے بنائے اور پچھتائے۔" وہ مقابل ہو کر آہستہ آہستہ بولا۔
"شٹ اپ..... کیا خرافات بک رہے ہو؟" وہ بولے۔
"بات سنیں..... یہ میری آخری بات ہے۔"
"بولو....." وہ بولے۔
"یہ میری امانت رکھ لیں۔" اس نے جیب سے انگوٹھی کی ڈبیا نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔
"کیسی امانت؟"
"یہ انگوٹھی بصد شوق خمار کو پہنا دیں یا....." وہ رکا۔ انہوں نے گھورا۔
"یا.....؟" وہ پھر یا کہہ کر چپ ہوا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر بولا۔
"یا چاہت کو پہنا دیں فیصلہ آپ پر رہا۔" ان کا جواب سنے بنا، ان کا چہرہ دیکھے بنا وہ آفس سے باہر نکل گیا تھا۔
(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

www.naeyufaq.com